ممکن ہے۔)

ج تدبر قرآن، تفسیر زیر آیت بقرہ ۲۳۱

ج فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتب۔ (البقرہ ۲۱۳)

ج مثلاً: من امن بالله واليوم الاخر والملئكة والكتب والنبين میں لفظ کتاب جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ الما انزل الكتب على طائفتين من قبلنا میں لفظ کتاب مفرد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

الہامی کتب اور قرآن مجید ___ ایک تقابلی جائزہ

19، جولائی 2007ء بروز جمعرات

بائیر ایجوکیشن ریجنل آفس (کراچی) کے لیکچر ہال میں ڈپٹی ڈائریکٹر غلام حیدر خان کی دعوت پر سربراہ مجلس التفسیر ڈاکٹر محمد شکیل اوج نے بہ عنوان "الہامی کتب اور قرآن مجید ___ ایک تقابلی جائزہ" ایک لیکچر دیا۔ بحیثیت مجموعی تقریباً ستر طلبا اور سامعین نے شرکت کی۔ لیکچر کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ انہوں نے اپنے لیکچر میں کہا کہ اس عنوان کے تحت دراصل بتانا یہ مقصود ہے کہ کوئی دور بھی انسانیت میں ایسا نہیں گزرا۔ جو ہدایت و نبوت سے خالی رہا ہو ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا۔ اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوا۔ جدلتِ ربانی میں تدریج و ارتقاء کا لحاظ رکھا گیا۔ اور تقابل در اصل اسی تدریج و ارتقاء کے مابین ہے۔ ورنہ قرآن کریم اور دیگر الہامی کتب میں تقابل کس طرح ممکن ہے؟ دونوں کلام الٰہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مثال دیکر سمجھایا کہ جس طرح کسی نوزائیدہ بچے کی غذائی، لباسی اور تعلیمی و تعلیمی ضروریات، جوان آدمی کی ضروریات سے بالکل مختلف ہوتی ہیں اور ان دونوں کی ضروریات اپنی اپنی جگہ انتہائی ضروری لازمی اور اہم ہوتی ہیں۔ گزشتہ تعلیمات اور پیغمبر آخر کی تعلیمات میں بھی فرق نظر آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انبیائے سابقین کی امتیں محدود زبان و مکان میں کٹی ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں ویسی ہی ہدایات فراہم کی گئیں اور ہمارے پیغمبر کی نبوت چونکہ عالمگیر اور آفاقی بنائی گئی ہے۔ اس لئے آپ کی تعلیمات میں عالمگیریت اور آفاقیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ انبیائے سابقین کی تعلیمات خلاصہ کے طور پر خود قرآن کریم کے اندر جمع کر دی گئی ہیں۔ اسی لیے قرآن کریم کا ایک نام مھیمن بھی آیا ہے۔ ومھیمنا علیہ۔ (المائدہ: ۴۸) یعنی گزشتہ احکام و قوانین کا نگہبان۔ چوتھے یہ کہ جہاں تک بالکل مقدس کا تعلق ہے، وہ اوریجنل (Original) فارم میں ثابت نہیں ہے یعنی اس میں جن جن صحیفوں اور کتابوں کو جمع کیا گیا ہے، وہ اپنی اوریجنل زبانوں میں نہیں ہیں اور نہ ہی وہ زبانیں اب کہیں بولی جاتی ہیں۔ پھر بھلا بالکل اور قرآن کا تقابل کیسے ممکن ہے؟ اس لئے آپ "تقابلی جائزہ" سے تاریخی جائزہ کا مفہوم اخذ کیجئے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس موضوع پر گفتگو رہی۔ جسے ریکارڈ بھی کیا گیا ہے۔

(رپورٹ: شاکر حسین خان)

علماء کا طرز استدلال

پروفیسر ڈاکٹر منظور احمد
ریکٹر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

طریق استدلال ہر معاملہ میں اہم ہے۔ لیکن دین کے معاملات میں اس کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس کا تعلق انسان کی زندگی سے راست ہو۔ زندگی سے میری مراد اس کی انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگی ہے۔ یہ اہمیت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ دین کی بنیادوں پر جب عملی زندگی کی عمارت تعمیر کی جاتی ہے تو اس سے انسان کے عام اعمال راست طور پر متاثر ہوتے ہیں اور اس طرح دین کی ہر تشریح اور تعبیر ایک ذاتی مسئلہ سے آگے بڑھ کر ایک اجتماعی مسئلہ بن جاتی ہے۔

فلسفہ میں طریق استدلال کا اختلاف مختلف نظریوں کو جنم دیتا ہے اختلاف مختلف فلسفیانہ رویوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن مختلف نظریات رکھنے والے بھی ایک مشترک عملی زندگی کے برابر کے شریک ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کہ ان میں ہر ایک اجتماعی اعمال کا ایک ہی معیار تسلیم کرتا ہو۔ وہ مذاہب جو انسان کی ذاتی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی اختلاف کو صرف ذہنی سطح تک محدود کر سکتے ہیں۔ اور عمل کی دنیا میں ایک مشترک معیار کو اپنا رہنما تسلیم کر سکتے ہیں۔ البتہ مذاہب کی ابتدائی صورتوں میں جہاں مذہب کسی قبیلہ کی زندگی کا ایک اہم جز ہوتا تھا یہ ممکن نہ تھا۔ اس طرح اسلام کے لئے بھی یہ ممکن نہیں ہے اس لئے کہ روزمرہ کی عملی زندگی کا معیار بھی یہ مذاہب فراہم کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسلام زندگی کا انفرادی اور ذاتی مسئلہ نہیں ہے کہ اس میں اختلاف تعبیر ذہنی سطح تک محدود رہے، یہاں تو ہر تعبیر کا جزئی اختلاف بھی زندگی کے کسی نہ کسی مظہر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فکر اسلامی میں علماء کا اپنے موقف پر تشدد سے اصرار اور دوسرے موقف کا شدت سے انکار پایا جاتا ہے جو اکثر مواقع پر ایک دوسرے